کچی آبادی کو گرانے کا مسئلہ

مولانا ریاض الحسن نوری

اس سلسلے میں خاکسار کا موقف قرآن وسنت کے مطابق یہ ہے کہ حکومت کو اب کچی آبادی ختم کرنے کا کوئی حق نہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں :

ان الارض للّٰہ یورثها من یشآءُ من عباده (الاعراف : ١٢٨)

یعنی زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے۔ اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ وارث و مالک بننے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مالک زمین سے اسے خرید لیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زمین کا احیاء کیا جائے۔ رسول اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس سلسلے میں یوں ہے :

عن عروة رض عن عائشة رض، قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "البلاد بلاد الله، والعباد عباد الله، ومن احي من موات الأرض شيئاً فهو له، وليس لعرق ظالم حق" ، انتهى، ومن طريق الطيالسي الدارقطني في "سننه" ، والبزار في "مسنده"، وأخرجه الطبراني في "معجمه الوسط" عن رواد بن الجراح ثنا نافع بن عمر عن ابن أبي مليكة عن عروة بن الزبير عن عائشة نحوه۔ وأما حديث عبادة ، فرواه الطبراني في "معجمه" حدثنا يوسف القاضي ثنا محمد بن أبي بكر المقدمي ثنا الفضل بن

سليمان عن موسىٰ بن عقبة حدثنا إسحاق بن يحيىٰ بن الوليد بن عبادة بن الصامت عن عبادة بن الصامت، قال : إنه من قضاء رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه ليس لعرق ظالم حق، انتهى۔
(زيلعي : نصب الرايه : كتاب الغصب)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب علاقے اللہ کے ہیں اور بندے بھی سب اللہ کے ہیں۔ جس نے مردہ زمین جو کسی کی ملکیت نہ ہو اس کو آباد کیا تو وہ اس کی ملک بن جائے گی۔ اس کے بعد اس پر کسی ظالم کا حق نہیں ہے۔

اس کے زیلعی نے مختلف حوالے دیے ہیں اور عبادہ بن صامت کا قول نقل کیا ہے کہ یہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا فیصلہ ہے کہ جو زمین ایک مرتبہ آباد ہو جائے (یعنی اس پر ہل چل جائے یا مکان بن جائے) تو پھر کوئی دوسرا اس پر قبضہ نہیں کر سکتا۔

یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو زمین کسی کی ملکیت نہ ہو اور آبادی سے اتنی دور ہو کہ آبادی کے کنارے سے آواز دی جائے تو وہاں نہ پہنچ سکے تو ایسے مقام پر اگر کوئی مکان بنالے تو وہ زمین اس کی ملک ہو جائے گی چاہے بالکل مٹی کا کچا مکان ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی زمین پر مکان بنانے کے لیے حکومت کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :

واما إحياء الموات فجائز بدون إذن الإمام في مذهب الشافعي وأحمد وابي يوسف ومحمد، واشترط ابوحنيفة أن يكون باذن الامام۔ وقال مالك : إن كان بعيدا عن العمران بحيث لا تباح الناس فيه لم يحتج إلى إذنه، وان كان مما قرب من العمران ويباح الناس فيه افتقر إلى إذنه۔ (فتاوىٰ ابن تيميه : ۲۸ : ۵۸۶)

یعنی مردہ زمین جو کسی کی ملکیت نہ ہو (اور وہاں کوئی نہ رہتا ہو اور نہ کاشت کرتا ہو) اس کو بذریعے زراعت یا بذریعہ مکان بنانے کے جو کوئی آباد کرے تو وہ ایسا کر سکتا ہے وہ زمین اسکی ملک ہو جائیگی۔ ایسا کرنے کیلیے امام شافعیؒ واحمد وابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حکومت کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حکومت کی اجازت لینی چاہیے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر وہ

جگہ آبادی کے قریب ہے اتنی قریب کہ اسے آبادی کا حاشیہ یا ایک قسم کا صحن کہا جاسکے تو پھر تو اجازت کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر آبادی سے ہٹ کر ہے۔ تو آبادی والوں کی اجازت کی ضرورت نہیں تو پھر بغیر کسی کی اجازت کے اس زمین کو آباد کر کے ملکیت حاصل کی جاسکتی ہے۔

اسلام میں جنگل سے خرگوش پکڑنے۔ یا کوئی اور جانور پکڑنے یا دریا سے مچھلی پکڑنے کے لیے کسی حکومت کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ یہی حال زمین کا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے جو حکومت کی اجازت کا ذکر کیا ہے تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس احتیاط کی وجہ سے لوگوں میں جھگڑے کا خطرہ نہیں پیدا ہوگا ورنہ حکومت سے اجازت مانگی جائے تب اس پر اجازت دینا فرض ہے۔ کوئی احسان نہیں۔ انکار کرنا ناجائز ہوگا۔

اس سلسلے میں امام ابویوسفؒ کتاب الخراج میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں جو مخالف امام ابوحنیفہؒ پر کرتے ہیں کہ حدیث میں امام کی اجازت کا ذکر نہیں تو امام ابوحنیفہؒ کیوں امام کی شرط عائد کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

ابوحنیفہؒ نے جو بات کہی ہے وہ اس باب میں مروی آثار کو ردّ نہیں کرتی۔ حدیث کا ردّ جب ہوتا جب کہ وہ یہ کہتے کہ: اگر وہ اس زمین کو امام کی اجازت سے آباد کرے تو بھی وہ اس کی ملکیت نہیں بنے گی۔ اب جو یہ کہتا ہے کہ (اس صورت میں) زمین اس فرد کی ملکیت ہو جائے گی تو یہ کہنا اس اثر کا اتباع ہوا۔ اضافہ صرف امام کی اجازت ضروری قرار دینے کا کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کے باہمی نزاعات کا سدّ باب ہو اور ایک دوسرے کو ضرر رسانی کی نوبت نہ آئے۔

۲۶۳۔ باوجود اس کے میری رائے یہی ہے کہ ایسی شکل میں جب کہ احیاء سے کسی کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچ رہا ہو اور نہ کوئی اس کے خلاف عذر وار ہو، رسول اللہ کی (دی ہوئی) اجازت قیامت تک کام آتی رہے گی۔ لیکن اگر ضرر رسانی کی صورت پیدا ہو جائے تو اُس کا علاج اس حدیث کی روشنی میں کیا جائے گا کہ:

"ظلم کرنے والے کا کوئی حق نہیں"

۲۶۴۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے انہوں نے عائشہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا :
"جس نے کوئی مردہ زمین زندہ کی تو وہ اس کے لیے ہے اور ظلم کرنے والے کا کوئی حق نہیں"

۲۶۵ - حجاج بن ارطاۃ نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ان کے دادا سے، اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ہم سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا :
"جس نے کوئی موات زمین زندہ کی وہ اس کے لیے ہے۔"

۲۶۶ - محمد بن اسحاق نے یحییٰ بن عروہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے :
"جس نے کوئی مردہ زمین زندہ کی وہ اس کے لیے ہے، اور کسی ظلم کرنے والے کا کوئی حق نہیں"
عروہ کہتے ہیں کہ : مجھ سے ایک صاحب نے جنھوں نے کھجور کے اس (زیر نزاع) درخت[1] کو دیکھا حدیث بیان کی ہے کہ اس کی جڑ میں کلہاڑے مارے جارہے تھے۔

۲۶۷ - لیث نے طاؤس سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے :
"عادی[2] زمینیں اللہ اور اس کے رسول کی ہیں، اور اس کے بعد تمہارے لیے ہیں، چنانچہ جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کرلیا، وہ اس کے لیے ہے[3]"
امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں ایک اور مقام پر لکھا ہے :

۲۶۹ - ایک شخص نے زمین پر پتھر لگا دیے۔ اس کے بعد ایک دوسرا آیا اور اسے آباد کرلیا۔ دونوں

---

[1] اور کھجور کے اس درخت کا کوئی ذکر نہیں آیا ہے۔ پورا واقعہ سبل السلام طبع ثانی جلد دوم ص ۹۸

[2] عادی کے معنی قدیم کے ہیں۔ عاد عرب قدیم کا ایک فرد تھا جس کی طرف حضرت ہود کی قوم منسوب ہے۔ پرانی چیز کو عادی اسی نسبت سے کہنے لگے۔ گویا کہ وہ چیز اتنی قدیم ہے جتنی کہ عاد۔ یہاں اس سے مراد وہ زمینیں ہیں جو زمانۂ قدیم سے غیر مملوکہ چلی آرہی ہوں۔

[3] کتاب الخراج (اردو ترجمہ) ص ۲۵۴ - ۲۵۵

اپنا قضیہ لے کر عبدالملک کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں اس زمین کا سب سے زیادہ حق دار امیرالمومنین ہے۔ اس کے بعد انہوں نے عروہ کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے عروہ نے جواب دیا کہ تینوں میں سب سے بعد کا حق امیرالمومنین کا ہوگا۔ خلیفہ نے پوچھا کیوں۔ انہوں نے کہا کہ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا۔ بندے اللہ کے ہیں، زمین اللہ کی ہے۔

ابن حزم جن کو سوشلسٹ حضرات بہت سراہتے ہیں حکومتی اختیار کے سخت ترین مخالف ہیں اور جو ایسے معاملات میں حکومت پر کاہ کی وقعت بھی نہیں دیتے، نے اس مسئلے میں المحلی کتاب احیار الموات مسئلہ نمبر ۱۳۴۸ کے تحت بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ اور خلاصہ درج ذیل ہے:

ترجمہ: مردہ زمین کو آباد کرنا جاگیر دینا، زمین کا خاص کر دینا اور وہ تسکار جو چلا جائے۔

۱۳۴۸ — مسئلہ: ہر وہ زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو اور معروف طور پر وہ زمانہ اسلام میں آباد نہ ہوئی ہو۔ ایسی ہر زمین اسی شخص کی ملک ہو جائے گی جو اسے آباد کرے گا۔ چاہے امام کی اجازت سے کر آباد کرے اور چاہے امام کی اجازت کے بغیر آباد کرے۔ اس سلسلے میں امام یا امیر کی اجازت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ چاہے وہ زمین کا قطعہ شہر میں مکانوں کے درمیان ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ کوئی زمین یا چراگاہ اپنے لیے خاص کرے۔ اگر امام کبھی کوئی خاص زمین بطور خاص ودیعت کرے تو اگر اہل قریہ میں سے کسی کو اس سے ضرر پہنچ رہا ہو تو پھر کسی کو بھی جائز نہیں کہ کسی قطعہ کو اپنے لیے خاص کرے چاہے امام نے اس کو دیا ہو۔ جیسے نمک کی کان یا پانی کا چشمہ۔ چراگاہ۔ بازار کا صحن یا چوک۔ یا سڑک کا حصہ۔ مسجد کا حصہ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن جب کوئی احیار یا احیار کے بغیر ایک دن کے لیے بھی جس زمین کا مالک ہو گیا تو وہ ہمیشہ کے لیے اس کی ملک ہو جائے گی چاہے وہ بعد میں غیر آباد ہو جائے اور مثل سابق اس کی حالت ہو جائے۔ وہ پھر بھی اسی کی ملک رہے گی۔ اب کسی دوسرے کے لیے اس کا امکان نہیں کہ وہ دوبارہ احیار کے ذریعے اس کا مالک بن سکے یہ حکم ابد تک کے لیے ہے۔ اور اگر حالت یہ ہو جائے کہ لمبی مدت کے بعد کوئی بھی نہ جانے کہ یہ کس کی ملک تھی یا اس کو کس نے آباد کیا تھا۔ تو ایسی صورت میں معاملہ امام پر منحصر ہو گا۔ اب اس کا مالک بغیر امام کی اجازت کے کوئی نہیں بن سکتا۔

لوگوں نے اس معاملہ میں اختلاف کیا ہے۔ پس ابو حنیفہؒ نے کہا کہ احیار کے لیے امام کی اجازت

ضروری ہے ۔ امام مالکؒ نے کہا جو جگہ آبادی کے قریب ہو جہاں آبادی والوں کا ہر وقت چلنا پھرنا ہو تو ایسی جگہ کے لیے امام کی اجازت ضروری ہے ۔ البتہ جو جگہ آبادی سے دور جنگل یا صحرا میں ہو اور آباد نہ ہو تو اس کو آباد کرنے کے لیے امام کی ضرورت نہیں ۔ اور ایسی جگہ بھی اگر آباد کرنے کے بعد بالکل ترک کر دی جائے اور اتنا لمبا عرصہ گذر جائے کہ وہ جگہ پھر سے غیر آباد اور متروک سابقہ مردہ حالت پر آجائے تو اس صورت میں جو دوسرا اسے آباد کرے اس کی ہو جائے گی اور پہلے کی ملکیت اس پر سے ساقط ہو جائے گی ۔ اسی طرح امام مالک کے نزدیک اگر کوئی شکار کے جانور کو پکڑے تو وہ پکڑنے والے کی ملک ہو جائے گا ۔ لیکن اگر شکار بھاگ جائے اور جنگلی جانوروں میں مل جائے تو اب اسے جو بھی پکڑے گا وہ اس کی ملکیت ہو جائے گا ۔ چاہے اس شکار کے کان میں بالی ہو ۔ یا اسی قسم کی کوئی چیز ہو ۔ ایسی صورت میں بالی تو اس کی ملک ہی ہوگی جس نے وہ بالی وغیرہ ڈالی تھی لیکن شکار اس کا ہوگا جس نے اس کو دوسری بار پکڑا ہے ۔ حسن بن حی نے تو یہ کہہ دیا کہ موات کی زمین صرف عرب کی زمین ہے ابو یوسفؒ نے یہ کہا کہ جو مردہ زمین کو آباد کرے گا وہ اس کی ہو جائے گی اور اس معاملہ میں امام کی اجازت کی ضرورت نہیں لیکن موات کی حد ان کے نزدیک یہ ہے کہ جو شہر کے کنارے کی آبادی سے زور سے آواز لگائے گا تو جہاں تک آواز پہنچتی ہے ۔ موات اس سے بعد کا علاقہ ہوگا ۔ اور آبادی سے نزدیک کا علاقہ امام کی اجازت کے بغیر آباد نہیں کیا جا سکتا ۔

لیکن ان کے برعکس عبداللہ بن حسن ۔ محمد بن الحسن شافعی ، ابو ثور ، ابو سلیمان اور ان کے اصحاب بالکل ہماری رائے کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں ۔

جو لوگ ابو حنیفہؒ کی رائے رکھتے ہیں ان کی بنیاد اس روایت پر ہے جو عمر بن دافذ عن موسیٰ بن یسار عن مکحول عن جنادہ بن ابی امیہ کے طریق سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم حلب کے قریب دابق کے مقام پر مقیم ہوئے ۔ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح ہمارے امیر تھے ۔ تو حبیب بن سلمہ نے ایک رومی کو قتل کیا تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس مقتول کے مال میں سے خمس حکومت کا حصہ لے لیں ۔ اس پر حبیب نے ان سے کہا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسّلام نے تو مقتول کے سلب کو قاتل کا حصہ بتایا ہے ۔ اس پر معاذ بن جبل کہنے لگے کہ میں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے سنا ہے کہ انسان کو وہی کرنا چاہیے جس میں اس کا امام خوش ہو ۔ اس دلیل کو لیتے ہوئے کچھ لوگوں نے یہ کہ دیا کہ موات

کیونکہ کسی کی ملکیت نہ تھی اس لیے اس کی مثال بیت المال کی سی ہوگئی ۔
جواب میں ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ جو روایت بلکہ اثر جو بیان ہوا یہ موضوع روایت ہے۔ کیونکہ اس کا راوی عمرو بن واقد علمائے اثر کے نزدیک متفقہ طور پر متروک ہے ۔ دوسرے یہ کہ یہ اثر بھی ان کے خلاف حجت بنتا ہے ۔ کیونکہ اس اثر کی مخالفت کرنے والے لوگ بھی یہی ہیں کیونکہ سب سے پہلے ان لوگوں نے ہی یہ بات کہی کہ شکار کو جو کوئی بھی بغیر امام کی اجازت کے پکڑے وہ اس کی ملکیت بن جائے گا اور اگر یہ شکار کے معاملہ میں یوں کہیں کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے تو یہ بات جھوٹ ہوگی ۔ کیونکہ بعض تابعین یہ کہتے ہیں کہ شکار اگر دار الحرب سے پکڑا جائے تو وہ پکڑنے والے کی ملک نہیں ہوگا بلکہ غنیمت میں شامل ہوگا ۔ پس ایسے جھوٹے اثر (روایت) سے حضور علیہ الصلاۃ والسّلام کے حکم کے خلاف دلیل نہیں پکڑی جا سکتی جس میں کہا گیا ہے کہ سلب قاتل کو ملے گا ۔
مزید مردہ زمین کو بیت المال سے تشبیہ دینا یہ محض قیاس ہے اور یہ قیاس تو باطل ہے ۔ کیونکہ بیت المال میں جو چیز آتی ہے وہ تو کسی نہ کسی کی مملوکہ ہوتی ہے اور بطور جزیہ یا صدقہ کے آتی ہے یا ایسا مال آتا ہے جس کا کوئی مالک تھا لیکن اب مالک مفقود ہوتا ہے ۔ یعنی اس کے مالک کا علم نہیں ہوتا ۔ اس وجہ سے بیت المال میں شامل کر لیا جاتا ہے ۔ پس یہ جائز نہیں کہ ایسی چیز کو جس کے متعلق علم ہی نہ ہو کہ اس کا کوئی مالک تھا یا نہیں تھا اس کو اس چیز کے مشابہ نہیں قرار دیا جا سکتا جس کے متعلق علم ہو کہ اس کا کوئی مالک تھا ۔
اگر ایسا قیاس درست ہوتا تو ارض الموت جس کا کوئی مالک نہیں اس کا قیاس شکار اور جنگل کی لکڑی پر کرنا زیادہ صحیح اور مناسب ہوتا ۔ لیکن ایسے قیاس کی نہ کوئی تحسین کرتا ہے اور نہ ایسا قیاس نصوص سے مطابقت رکھتا ہے ۔ پھر اگر اس موضوع خبر کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ ہمارے حق میں حجت ہے کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ فیصلہ دیا کہ جو کوئی مردہ زمین کو آباد کرے گا وہ اس کی ملکیت ہو جائے گی اور جناب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسے امام ہیں کہ کوئی ایسی امامت ہو ہی نہیں سکتی جو ان کی امامت کو تسلیم نہ کرتی ہو اور ان کو امام نہ مانتی ہو ۔
جناب اقدس تو وہ امام ہیں کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یوم ندعو کل أناس بامامھم یعنی جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے ان کے امام کے ذریعے بلائیں گے ۔ پس آپ ہی انشاء اللہ ہمارے امام ہونگے

اورامام ہیں اور ہم اللہ کو اس پر گواہ کرتے ہیں۔ باقی جتنے لوگ ہیں ہمارا کوئی امام نہیں حضور علیہ الصلاۃ السلام کے سوائے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں جناب اقدس کے سوائے دوسرے امام کے نام سے نہ پکارا جائے . . . . . .

جہاں تک امام مالکؒ کے قول کا تعلق ہے تو اس کا فساد ظاہر ہے۔ کیونکہ انہوں نے ایسی تقسیم کی ہے جس کے متعلق ہمیں معلوم نہیں کہ ان سے پہلے کسی نے کی ہو۔ نہ قرآن نے یہ تقسیم کی ہے۔ نہ سنت نے نہ کمزور روایت نے کی ہے۔ نہ قیاس ہی سے یہ تقسیم ہوتی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جو موات آبادی کے قریب ہے جس کا کوئی مالک نہیں اس کو آباد کرنے والے کو امام مالک اس زمین کا مالک نہیں قرار دیتے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مالک قرار دیتے ہیں۔ مزید اللہ تعالیٰ نے مال مملوکہ کو قرآن میں حرام قرار دیا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بھی جبکہ اعلان کر دیا کہ : ان دماء کم و اموالکم علیکم حرام۔ پس جو اس کو حاصل کرے اس کو اس کی ملک قرار دے دیا۔ جیسا کہ ہم قول بیان کر چکے ہیں کہ موات جب آباد ہو جائے پھر غیر آباد ہو جائے اور مردہ ہو جائے۔ جیسی کہ شکار کی مثال ہے کہ قبضہ کے بعد وہ بھاگ جائے۔ بھاگ جانے یا مشکل الوصول ہونے سے ملک زائل نہ قرآن سے ہوتی ہے نہ سنت سے نہ کمزور روایت سے اور نہ قیاس سے نہ ایسی رائے سے جس کی کوئی دلیل ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو زمین آبادی سے قریب ہے۔ جس میں ان لوگوں کا پھرنا اور آنا جانا ہے۔ اس میں دو چیزیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ اس میں آبادی والوں کا ضرر ہے۔ یا دوسری یہ کہ اسی جگہ کی آباد کاری سے بستی والوں کا کوئی ضرر نہیں ہوتا۔ اگر اس قریبی زمین سے بستی والوں کا ضرر ہوتا ہے تو امام کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اس زمین کو کسی کو دے دے اور نہ یہ کہ آباد کاری کی اجازت دے کر بستی والوں کو ضرر پہنچائے اور اگر آباد کاری سے بستی والوں کو ضرر نہیں پہنچتا تو پھر اس کی آباد کاری اور دور کی زمین کی آباد کاری میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ ایسی تفریق پھر کیوں کی جاتی ہے۔ پس صحیح بات یہی ہے کہ امام کو اس معاملے میں کوئی اختیار کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی طرح ابو یوسفؒ اور حسن بن حی کی رائے بھی فاسد ہے کیونکہ اس کی بھی کوئی برہان نہیں لہٰذا ساقط ہے۔

پھر ابن حزم کہتے ہیں کہ ہمارے قول کی برہان یہ ہے کہ حضرت عائشہ ام المومنین روایت کرتی

ہیں جناب رسول اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے ایسی مردہ زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملکیت نہیں تو اس کا حق اس زمین پر فائق ہے۔

بخاری کی حدیث یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایسی زمین کو آباد کیا کہ جو کسی کی ملکیت نہیں تو وہی اس کا سب سے حقدار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث کے مطابق فیصلہ کیا۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ خبر یعنی روایت ہمارے قول کی نص ہے اور یہی اس قول کو باطل اور رد کرتی ہے جو یہ کہتے کہ غیر نبی کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ یا عمومی طور سے یا کسی مقام پر کیا جا سکتا ہے اور کسی دوسرے مقام پر نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جن کا یہ قول ہے کہ جس نے مردہ زمین کو آباد کیا اور پھر بالآخر وہ مہلت بعد دوبارہ مردہ ہوگئی تو وہ اس کی ہو جائے گی جو اسے دوبارہ آباد کرے گا۔ (ان کو ہم کہتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی مومن یا مومنہ کے لیے یہ نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فیصلہ کر دیں تو وہ اس کا خلاف کریں کیونکہ اللہ اور رسول کے فیصلہ کے بعد انہیں کوئی اختیار ہی باقی نہیں رہتا۔ پس یہ بات صحیح طور سے ثابت ہوگئی کہ جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا یا کوئی چیز کسی کو دے دی تو پھر کسی کے لیے اعتراض کا اختیار باقی نہیں رہتا چاہے وہ امام ہو چاہے نہ ہو۔ اور نہ اس کا اختیار رہتا ہے کہ وہ اس میں کوئی حکم داخل کرے۔ متصل سند سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ اور صحابہ میں سے کسی نے بھی حضرت عمرؓ کے خلاف رائے ظاہر نہیں کی۔

ہشام بن عروہ۔ والد کے طریق پر روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے مردہ زمین کو آباد کیا وہ اس کی ہوگئی اور ظالم کا اس پر کوئی حق نہیں . . . عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ العرق الظالم وہ شخص ہے جو کسی ایسی زمین کو آباد کرے جو مردہ یا خراب ہو چکی ہو جبکہ وہ دوسرے کی تھی اور وہ اسے آباد کرنے سے عاجز رہے اور انہوں نے اسے چھوڑ دیا حتی کہ وہ مردہ ہوگئی۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ عروہ ہیں جنہوں نے عرق ظالم کی تشریح اور صفت بیان کی۔ اور اس کو مالکی جائز قرار دے رہے ہیں . . . . . . جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مردہ زمین کو آباد کرے تو اس کو اجر ملے گا اور جو اس فصل سے جانور وغیرہ کچھ کھائیں گے تو وہ صدقہ کا ثواب پائے گا۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ کسی ایسے معاملہ میں جس میں کہ اجر ہو اور صدقہ بھی ہو امام کی رائے لینا کوئی معنی نہیں رکھتا اگر امام منع کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا گنہگار ہوگا۔

..... عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ زمین اللہ کی زمین ہے اور بندے اللہ کے بندے ہیں۔ جو مردہ زمین کو آباد کرے گا وہ ہی اس کا حقدار ہے۔ یہ بات ہمیں ان لوگوں نے بتائی جنہوں نے یہ بتایا کہ نماز فرض کا حکم جناب اقدس نے دیا۔

.... حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ حمی صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔ پس صحیح طور سے ثابت ہو گیا کہ امام کے لیے جائز نہیں کہ زمین کے کسی قطعہ کو خاص کرے ....

عروہ بن زبیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی دوسرے کی زمین میں کھجور کے درخت لگا دیے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا کہ زمین مالک کو دی جائے اور کھجوروں والے کو کہا کہ اپنے درخت وہاں سے نکال لے جائے۔

..... غالباً سعید الخدری نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے کھجوروں کے درختوں کی جڑوں پر کلہاڑا چلا رہا تھا ....

برٹرینڈ رسل نے لکھا ہے کہ یورپ میں حکومت پرستی State worship کا طریقہ رومیوں کے زمانے سے جاری ہے ہم دیکھتے ہیں کہ انگریزی لٹریچر میں آتا ہے کہ بادشاہ غلطی نہیں کر سکتا۔ بادشاہ مرتا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

ہم مسلمان کیونکہ یورپ سے متاثر ہیں اس لیے سوچتے ہیں کہ سب اختیار حکومت کا ہوتا ہے لیکن اسلام میں ایسا نہیں۔ احیاء الموات کے متعلق آپ سن چکے ہیں اسی طرح حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث ہے کہ:

یسعی بذمتھم ادناھم

یعنی مسلمانوں کا ادنے سے ادنے آدمی بھی غیر مسلم کو امان دے سکتا ہے۔

اس حدیث کی وجہ سے مسلمانوں میں اس پر اجماع کہ آزاد یا غلام ہر مسلمان مرد یا عورت عین جنگ کے موقع پر جس کافر کو چاہے یا ان کے پورے قلعہ کو امان دے سکتا ہے۔ ام ہانی نے ایسے شخص کو امان دی جس کو حضرت علیؓ فتح مکہ کے موقع پر قتل کرنا چاہتے تھے اس امان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز رکھا۔

امام محمدؒ نے کتاب شرح السیر الکبیر میں باقاعدہ ایک باب باندھا ہے ۔جس میں کہا ہے کہ اگرچہ عام مسلمانوں کو نہیں چاہیے کہ بغیر کمانڈر کی اجازت کے کسی غیر مسلم کو امان دیں ۔لیکن اگر کوئی امان بغیر امام کی اجازت کے دے گا تو اس کی امان جائز اور نافذ ہوگی ۔ اگر عام مسلمان ایسی امان دے دے جو مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہو تو امام غلطی پر اس عامی کو سزا دے سکتا ہے لیکن امان ہر حال میں جائز ہوگی ۔

مزید یہ کہ اگر امام اعلان کر دے اگر کوئی شخص میری اجازت کے بغیر امان دے گا تو وہ امان باطل ہوگی ۔ اس اعلان کے بعد اگر کوئی مسلمان عامی امان دے دے گا تب بھی وہ امان جائز اور لاگو ہوگی کیونکہ امان دینے کا اختیار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا ہے اس کو کوئی امام اعلان کے ذریعے باطل نہیں کر سکتا ہے ۔

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ ہر انسان پر فرض کفایہ ہے کہ وہ حسب الامکان عدل نافذ کرے اور حسب امکان ظلم کو رفع کرے (فتاویٰ : ۳۰ : ۳۵۷)

ہمارے ملک میں سرکاری افسر بھی نفاذ عدل اور رفع ظلم میں دلچسپی نہیں لیتے اور اسمبلی کے ممبران بھی ۔ اپوزیشن یہ سمجھتی ہے کہ ہمارا کام صرف حکومت پر اعتراض کرنا اور ذاتی کام کروانا ہے ۔ حالانکہ اپوزیشن کا بھی اسی طرح فرض ہے کہ ان میں سے بھی ہر ایک حسب امکان عدل نافذ کرے اور حسب امکان ظلم کو رفع بھی کرے ۔ اس سلسلے میں اپنے اثر و رسوخ کو بھی استعمال کرنا چاہیے ۔ یہ کام سب کا فرض ہے ۔ ہر مسلمان کا فرض ہے ۔صرف حکام یا پولیس ہی کا فرض نہیں ۔